سلسلہ اشاعت قرآن حیدرآباد دکن

جلد (۲) بابتہ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ نمبر (۴، ۵، ۶)

خواتینِ اسلام اور قرآن

شہادتِ کبریٰ

مرتبہ

ابو محمد مصلح کان اللہ لہٗ

دفتر

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

چندہ سالانہ دس روپے — ماہوار پورے سٹ کی قیمت ایک روپیہ

عورتوں کی زبانِ حال سے

مصلح

مخلوق میں ہیں ہم بھی ہم بھی خدا ہیں رکھتے — کوئی سنے تو ہم بھی اک التجا ہیں رکھتے
اپنے پرائے سب سے بس اک گلا ہیں رکھتے — جو درد سے بھری ہے ایسی صدا ہیں رکھتے

جنت کی ہم ہیں حوریں ہم گھر کی مالکہ ہیں

جو مرتبہ تھا اپنا اس کو گھٹا دیا ہے — اوجِ فلک سے ہم کو نیچے گرا دیا ہے
حیوان سے بھی گویا بدتر بنا دیا ہے — ہم بے خبر ہیں اس سے جو کچھ خدا دیا ہے

جنت کی ہم ہیں حوریں ہم گھر کی مالکہ ہیں

اپنے حقوق سارے پامال ہو گئے ہیں — انمول موتی اپنے اک ایک کھو گئے ہیں
اپنے جگانے والے جو تھے وہ سو گئے ہیں — کانٹے ہمارے رستوں میں لوگ بو گئے ہیں

جنت کی ہم ہیں حوریں ہم گھر کی مالکہ ہیں

ہم دین کے نہ مالک دنیا نہ ہے ہماری — قسمت میں اپنی گویا ذلت ہے اور خواری
کس کو سنائیں آخر ہم اپنی آہ و زاری — فریاد رس ہو تو ہی اے میرے ربِ باری

جنت کی ہم ہیں حوریں ہم گھر کی مالکہ ہیں

قرآن جب سے چھوٹا قسمت بگڑ گئی ہے — صورت بدل گئی ہے سیرت بدل گئی ہے
نیت بدل گئی ہے طینت بدل گئی ہے — محفل بدل گئی ہے صحبت بدل گئی ہے

جنت کی ہم ہیں حوریں ہم گھر کی مالکہ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواتینِ اسلام اور قرآن

مبارک ہیں وہ خواتین جنھیں مستورات کی سود و بہبود اور ترقی کا خیال ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ آج خواتین اسلام سے بڑھ کر کوئی مظلوم گروہ نہیں۔ ان کے اتنے حقوق پامال اور غصب ہیں کہ ان کی اتنی ہولی دُنیا دیکھی نہیں جاتی حقیقت میں وہ انسان نہیں ہے جس کے پہلو میں گوشت اور لہو کا نہیں بلکہ پتھر اور لوہے کا دل ہے جسے اُن کی مظلومیت کا درد نہ ہو ساس، نند کے مظالم، جاہل شوہر کے ستم، اور بعض اوقات تو خود والدین اور بھائی بہنوں کے ہاتھوں دانستہ اور نادانستہ ان پر ایسی کچھ گذر جاتی ہے کہ جس کے تصور سے کلیجہ دہل جاتا اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ شاید ہندوستان میں مسلمان عورتوں کی جس قدر حالت زبوں ہے کسی دوسرے ملک میں نہ ہوگی۔ ایک سبب تو اس کا یہ ہے کہ یہاں کے مسلمان مرد نہایت پست حالت میں ہیں اس کا ثبوت اس سے بڑھ کر دوسرا اور کیا ہوگا کہ یہ مسلمان ہو کر غیر قوم کے محکوم اور دست نگر ہیں۔

ہندوستان میں مسلمان عورتوں کی تباہی و بربادی کا دوسرا سبب ہندوؤں
کے رسم و رواج کا پابند ہو جانا ہے۔ ایک بیوہ کی شادی ہی کو لے لیجئے
مسلمان بنانے والی کتاب قرآن جس کو جانے بغیر اور جس پر عمل کیے بغیر
کوئی شخص پکا مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اپنی دین و دنیا کو بنا ہی نہیں سکتا!
اُس میں صاف و صریح حکم ہے۔ وانکحوا الایامیٰ منکم جو تم میں سے
بے شوہر والیاں ہوں اُن کے نکاح کر دو۔ مسلمان جس کی سنت کہلانے
اور جس کے نام کا کلمہ پڑھتے ہیں جو انسانوں میں سب سے معزز اور سب
سے بڑھ کر شریف و عزت والے تھے۔ انھوں نے جب اپنی شادی بیوہ سے
کی اور ان کو جب ہم ام المومنین کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو یہ کیا اندھیر
ہے کہ اُن کی پیروی کو عیب سمجھتے ہیں۔ سیدۃ النساء اہل الجنۃ حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ان ہی کی تو لخت جگر تھیں۔ حضرت "بی بی" کی کنڈوری کرنے
والیاں آج کس گھر میں نہیں۔ جس اہتمام سے ان کی فاتحہ کا سامان کیا جاتا ہے
اُس سے انکی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ مسلمان عورتیں مردوں سے فاتحہ دلاتے
وقت سب کے فاتحہ کی چیزوں کو تو کھلا رکھتی ہیں۔ مگر "بی بی" کے فاتحہ کی
چیز کا ڈھانپ دینا لازمی ہوتا ہے تاکہ فاتحہ دیتے وقت مرد کی نگاہ "بی بی"
کے فاتحہ کی چیز پر بھی نہ پڑے۔ پھر فاتحہ کی چیز کے کھانے کا بھی وہ التزام
ہوتا ہے کہ باید و شاید۔ مردوں کو تو سرے سے یہ چیز دی جاتی نہیں۔ رہیں
عورتیں اُن میں بھی تخصیص ہوتی ہے معصوم بچیاں منتخب ہوتی ہیں اور عابدہ
زاہدہ۔ پارسا عورتوں ہی کو کھلانے کے لیے دیا جاتا ہے۔ مگر آہ! کہ یہاں بھی

ایک ستم ڈھایا جاتا ہے۔ بیوہ عورت چاہے وہ کیسی ہی معصوم اور پارسا ہو اس کو اسی لایق نہیں سمجھا جاتا۔ کہ وہ "بی بی" کے فاتحہ کی چیز کھا سکے۔ کوئی ہوتا جو اتنا پوچھتا کہ تم نے جس "بی بی" کی فاتحہ دلائی یہ کس ماں کی بیٹی اور کس کی لاڈلی تھیں۔ کیا خود ان کی ماں بیوہ نہ تھیں جوان کے فاتحہ کی چیز سے بیوہ کو محروم رکھا جاتا ہے۔ پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیوہ کے ہی تو شوہر تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ بیوہ کے ہی تو داماد تھے اور سیدالشہدا حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بیوہ کے ہی تو نواسے تھے۔ پھر خدارا انصاف شرط ہے اگر بیوہ کی شادی کوئی عیب کی چیز ہوتی تو یہ فاطمی سید اور حسنی حسینی سیدوں کا وجود کہاں سے ہوتا ؟

چھوٹی چھوٹی کم عمر بیوائیں مسلمان گھروں میں کس قدر نکلیں گی۔ ان کا کیا حال ہوگا ان کی زندگی کیسی گزرتی ہوگی، ان کے دل پر کیا صدمات ہوں گے، اُن کے جذبات کس طرح پامال ہوتے ہوں گے۔ کون ہے جن کے تصور سے بھی خون کے آنسو نہ روئے۔ اِن بیواؤں کی فریاد کا سُننے والا کوئی نہیں۔ والدین جو سب سے زیادہ شفیق ثابت ہوتے وہ تو اس معاملے میں سب سے زیادہ ظالم ثابت ہوتے ہیں اور اس بات کے منتظر ہوتے ہیں کہ ان کی بچی بیوگی کے صدمات سے مر کر جلد چھٹکارا پائے کہ اسی میں ان کی ناموری ہے۔

رہے علمائے کرام، صوفیائے عظام اور رہنمایانِ قوم وغیرہ ان کو صحیح اسلامی تعلیمات کے عام کرنے اور اس پر عمل کرانے کا علم ہی نہیں یا انہیں

پرواہ ہی نہیں کہ دنیا میں شیطانی حکومت قایم رہے یا خدائی حکومت' وہ سمجھتے ہی نہیں کہ بندوں کے قانون کا نافذ العمل ہونا کن نقصانات کا باعث ہے۔ اور قرآنی احکامات کا بند پڑے رہنا کس برکات سے محرومی کا سبب ہے۔

بہرحال مسلمانوں میں بیوہ کی شادی، ہندو رسم کی یادگار ہے۔ اور جب کہ آج ہندو خود ہی اس طرف متوجہ ہیں اور "بدھوا بواہ" کے لیے سماجی کوششوں میں مصروف ہیں تو ضرورت ہے کہ مسلمانانِ ہند بدرجۂ اولیٰ اِس رسم کو ترک کردیں۔ مگر اس میں بھی خواتین اسلام کو ہی زیادہ حصہ لینا چاہیے۔ ان ہی کے یہ حقوق ہیں جنھیں حاصل کرنا بھی ان کا ہی فرض ہے جس خاتون کو خدا نے اپنی قوم کی طبقۂ نسواں کی خدمت کا ولولہ دیا ہو اُن کو چاہیئے کہ اس قرآنی حق کے حصول کے لیئے خون پانی ایک کر دیں۔

اس دور میں ترقیِ نسوان کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مردوں کے دوش بدوش آزاد اور مغربی علوم و فنون کی ماہر ہوں۔ مگر میں بتانا چاہتا ہوں کہ انسان مخلوق ہے۔ محکوم ہے، اور عبد بھی ہے۔ اس کا کوئی خالق بھی ہے حاکم بھی ہے اور معبود بھی ہے۔ عورت کو خدا کی محکومیت اور عبدیت سے باہر ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ خواتین اسلام کو سب کچھ کرنا اور سب کچھ ہونا چاہیے۔ مگر خدا بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ جو کچھ کریں خدا کی محکوم اور خدا کی بندی بن کر کریں خودسری سے باز آئیں۔ اس کے واسطے معیارِ زندگی اور دستور العمل قرآن موجود ہے۔

اس کی موجودگی اسی لیے ہے کہ وہ قرآنی محور پر گردش کریں کسی حال میں بھی قرآنی مرکز سے نہ ہٹیں۔ بیشک یہ مردوں کی شریک زندگی ہیں اس نئے اُن کے دوش بدوش اور ہمدوش ہونا عیب کی بات نہیں لیکن اس کا غلط استعمال اور غلط مفہوم نہیں لینا چاہیئے۔ اگر بعض باتوں میں مردان سے بڑھے ہوئے ہیں تو ایسے امور بھی ہیں جن میں یہ مردوں سے فوقیت رکھتی ہیں۔ لہذا دوش بدوش ہونے کا مسئلہ کوئی لاینحل مسئلہ نہیں رہا۔ رہی آزادی اس کا مطلب بھی غلط نہیں سمجھنا چاہیئے، آوارگی کا نام آزادی نہیں رکھنا چاہیئے۔ مذہب سے آزاد ہوجانا آزادی نہیں ہے بلکہ مذہب ہی ہے جس کا حصار ان کو ہر مصیبت سے مامون و مصئون رکھ سکتا ہے خدا کی بندی بننا ہزار آزادی سے بہتر ہے۔ خدا کی محبت کا وہ درجہ ہے جہاں آزاد ہونا مصیبت اور قید ہونا راحت و آرام ہے۔

رشتۂ بندگی نہ توڑ، شیوۂ عبدیت نہ چھوڑ
یوں بھی بہت ہوئی شانِ بلال میں بھی آ

آزادی تو ہر مسلمان کا پیدائشی حق ہے، بلکہ مسلمان اپنے تئیں صرف آزاد رہنے کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو بھی آزادی دلانے کے لئے ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہے کہ سب سے آزاد ہوکر خدا کا گرفتار بنے ہر طرف سے کٹ کر اللہ سے رشتہ جوڑے۔

آزادی جیسی انمول چیز کو آج نہایت بھونڈے لفظوں اور چھچھورے جملوں میں یاد کیا جارہا ہے۔ کھلے بندوں سڑکوں پر مارے مارے پھرنا، یا

کلچربازی اور اخباری صفحات پر جلوہ گر ہونا ہی آزادی نہیں ہے۔ دل و دماغ کا آزاد ہونا، روح کا آزاد ہونا جہل اور جہل مرکب سے آزاد ہونا، رسم و رواج سے آزاد ہونا، اور اُن لغویات سے آزاد ہونا آزادی ہے جس کو مذہب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اُن کا مذہب سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔

مذہب سے حقوق پامال نہیں ہوتے، مذہب بگاڑا نہیں کرتا مذہب تو حقوق دلانے کے لیئے ہے اور مذہب تو حیوان کو انسان اور انسان کو فرشتہ خصلت بناتا ہے۔

مگر یہ اُس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک قرآن مجید کے ذریعہ یہ سب نہ کیا جائے۔ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر خدا کے قانون سے اپنے حقوق طلب نہ کیے جائیں۔ قرآن ہی ہے جو خواتین اسلام کو وہ عروج و ترقی عطا فرما سکتا ہے جس سے یہ اُستادِ زمانہ بن جائیں۔

مغربی علوم و فنون ہرگز کوئی بُری چیز نہیں۔ مگر جیسا کہ میں بار بار اس کی تکرار کر رہا ہوں۔ اس کو تقلیداً حاصل نہیں کرنا چاہیئے، ایک مسلم مغرب پرست کیا کوئی پرست نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح ایک مسلمان غیر قوم کا دائمی شاگرد بھی نہیں رہ سکتا۔ خواتینِ اسلام کو مغربی علوم و فنون اس انداز کے ساتھ حاصل کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اسلامی علوم و فنون بن جائیں۔ قرآنی سانچے میں اس طرح زمانہ کی ترقی کو ڈھالنا چاہیئے کہ یہ جلد سے جلد اُستاد بن جائیں اُن کے شاگرد ان کے استاد بنے ہوئے ہیں۔ آج کی جد و جہد اور اس کے آثار تو نہایت ناپسندیدہ ہیں ان سے تو خواتینِ اسلام کے شایان شان ترقی نہیں

ہو سکتی، حقیقی اسلام اور اس کی ترقی کو سمجھنا چاہیے۔ قرآنی علوم و فنون کو معلوم کرنا چاہیے، قرآن کن جذبات سے بھر دیتا اور کن اعلیٰ خیالات سے لبریز کر دیتا ہے۔ اس کا اندازہ کرنا چاہیے۔ آسمانی فلسفہ کہاں سے کہاں لے جاتا اور کن کن تعلیمات سے مالا مال کرنا چاہتا ہے اس کو سمجھنا چاہیے اس سے محروم رہنا ایک انسان اور ایک مسلمان کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے۔

قرآن میں زندگی ہے۔ پس زندگی کی قدر کرنی چاہیے، قرآن میں حیات جاودانی ہے اس سے غفلت، حسرت و ندامت کی بات ہے۔

افراط و تفریط یقیناً مذموم شے ہے اور قرآنی تعلیمات کے تو قطعاً منافی ہے کیونکہ امت وسط کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ وہ افراط و تفریط کی مصیبت میں مبتلا نہ ہو۔ آج خواتین اسلام کا ایک طبقہ یورپ کی برہنہ تقلید میں آنکھ بند کیے سر جھکائے بغیر سمجھے بوجھے جو آگے بڑھا جا رہا ہے وہ ایک سیلاب ہے جو کسی طرح بہاؤ کا رُخ بدلتا نظر نہیں آتا۔ اس کا واحد سبب قرآنی تعلیمات سے بے خبری ہے۔ اس کی دلچسپیوں سے لاعلمی ہے، صراط مستقیم کا نہ جاننا اور اس کے ہٹنے کے خطرات سے ناواقف ہونا ہے۔ یہی اسباب ہیں جس سے خواتین اسلام کے جائز حقوق بھی پامال اور غصب ہوئے، مردوں نے ان کے ساتھ ادنیٰ انسانیت کا سلوک بھی جائز نہ رکھا۔ ان کے جائز مطالبات سے بھی جب ذریعہ کیا گیا تو یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ اگر حد اعتدال پر جاناہ برقرار رہا ہوتا تو آج کی اضطراری کیفیت طاری نہ ہونے پاتی۔ قرآن مقدس نے جو حقوق کی تقسیم کی اور صنف نازک کو جو مرتبہ اور حق دیا اس کی انتہا درجہ کو مٹی پلید ہوئی مگر اس کا

الزام صرف مردوں پر نہیں بلکہ اس میں خود مستورات بھی شریک ہیں اُن کو اس کا علم بھی نہیں کہ آخر مذہب ان کو کیا دیتا ہے۔ قرآن نے ان کو کس درجہ بلند کیا ہے! تاہم آج غور طلب امر یہ ہے کہ مرد اپنے لیے چر بھی کچھ نہ کچھ کرنے کے لیئے بیقرار ہیں۔ مگر عورتوں کا معاملہ خدا انھیں پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے لیے نارو ابھی روا ہے۔ لیکن مظلوم مستورات اپنے روا اور جائز حقوق سے بھی متمتع نہیں ہو سکتیں۔ یہ کوئی راز اور پردہ نہیں ہے بلکہ کسی شہر، کسی بستی، کسی محلہ کا اور کسی گھر کا جائزہ لو، ٹوہ لگاؤ تو پہلی ہی نگاہ میں معلوم ہو جائے گا۔ کہ کتنی عورتیں انتہائی مظلومانہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان خدا کی بندیوں کا کوئی خدا نہیں۔ کوئی مذہبی کتاب نہیں جو ان کی مونس و غمخوار ہو۔ ان کی دنیا اور ان کا دین سب مردوں کے ہاتھ میں ہے۔ ان کی دوزخ اور جنت کے مالک مرد بنے ہوئے ہیں۔

اوپر طبقہ کی بیگمات کی دنیا کچھ اور ہوتی ہے۔ لیکن اُسی کوٹھی اور اُسی محل میں دائی، ماما کی زندگی کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ اوسط درجے کے گھروں میں کچھ اور معاملہ ہے تو نیچے کے درجہ کے گھروں میں کچھ اور ہی اندھیر نہ انسانیت کا سلوک ہے نہ اسلامی اخوت کا۔ مذہب کا پاس ہے نہ کسی اور قسم کا لحاظ۔

ایک عظیم الشان وعظ کی مجلس یا بزم میلاد کا انعقاد ہوتا ہے۔ ہر طرح کی آرایش و زیبایش کا سامان کیا جاتا ہے نشست گاہیں متعین کی جاتی ہیں

الغرض وہ سب کچھ ہوتا ہے جو ایک رسم پرست اور خوش عقیدگی کی ماری قوم کر سکتی ہے۔ مگر گھروں اور محلہ کی غریب عورتوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ وہ پہلو میں دل رکھتی ہیں۔ دل میں تمنائیں بھی رکھتی ہیں۔ مگر تم اکثر دیکھو گے کہ وہ بیچاریاں کارِ خیر سمجھ کر اپنے دین و ایمان کی مجلس جان کر کچھ سُننا چاہتی ہیں، مستفید اور مستفیض ہونا چاہتی ہیں۔ مگر آہ! کوئی آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ یہ اِدھر اُدھر دو دو چار چار ہو کر چادروں سے منہ ڈھانپے، سر جھکائے مظلومانہ انداز میں بیٹھی ہیں مگر ایک ـــــ خواہش ہے جو پوری نہیں ہو سکتی ایک آرزو ہے جو بر نہیں آ سکتی۔ اس لیے کہ مجلس کے منتظمین اس کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ان کے لیے وعظ و نصیحت کے سُننے کا صحیح موقع نصیب نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو واعظین عظام اور مقررین کرام کو یہ ہوش بھی کب ہے کہ دنیا میں عورتوں کا بھی کوئی طبقہ ہے وعظ و نصیحت ان کے لیے بھی ہونی چاہیئے۔ یہ بھی خدا کی بندیاں ہیں، قرآن ان کے لئے بھی ہے۔ بہشت و دوزخ کا معاملہ ان کے ساتھ بھی ہے۔ ایک مرتبہ ایک عورت بڑے ذوق و شوق سے ایک میلاد کی مجلس میں اپنی بچی کو ساتھ لے کر شریک ہوئی مگر تھوڑی دیر کے بعد یہ کہتے ہوئے واپس ہوتی دکھائی دی کہ چل بیٹی ہم عورت ذات کو کون پوچھتا ہے۔ خدا بھی مذکر۔ رسولؐ بھی مذکر۔ وعظ کے بیان کرنے والے بھی مذکر۔ جنت اور دوزخ کے دربان بھی مذکر۔ اب ہم آفت کی ماریوں کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔

اس لطیفہ سے عورتوں کی بے بسی، بیکسی، جذبات و خواہشات کی پامالی۔ مردوں کی ناتوجہی وغیرہ صاف جھلک رہی ہے۔ پس کیا یہ قرآنی تعلیمات سے

انحراف کا نتیجہ نہیں۔ وہ تو جانوروں پر بھی رحم کرنا سکھاتا ہے وہ تو حیوانات کے ساتھ بھی اچھے سلوک اور انصاف کی تاکید کرتا ہے۔

میں نے افراط و تفریط کا ذکر اوپر چھیڑا تھا۔ اس سے میری مراد یہ تھی کہ جس طبقہ نسواں کی حمایت کرنے والوں کے سر میں یہ سودا سما گیا ہے کہ چند مستورات کا گریجویٹ ہونا، بڑے بڑے ڈپلوما حاصل کرنا، وکالت کرتے نظر آنا، کونسلوں کی ممبری اور مختلف عہدوں کی کرسیوں کو زینت دینا پارکوں اور کلب گھروں میں تھرکتی نظر آنا اور بے پردگی کا لباس زیب تن کرنا ہی عورتوں کے حقوق کا حصول ہے؛ ترقی نسواں ہے، ایسے لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ نہ تو افراط جائز ہے اور نہ تفریط۔ کاش عورت کے مرتبہ کو کوئی سمجھتا۔ کاش عورتیں ہی خود اپنے کو پہچانتیں۔ یہ عجیب جنس ہیں جن کی قدر اگر سمجھ کر نہ کی گئی تو افراط میں بھی تباہی ہے اور تفریط میں بھی۔

عورتوں کے ان جائز حقوق کا جو اللہ نے دیا ہے اور جو قیامت تک کے لیئے قرآنِ مجید میں محفوظ ہے۔ اس کو ان کے لیے لازم اور ضروری سمجھتا ہوں۔ میں تو عورتوں کو انسانیت کے جامے میں حور خصلت دیکھنے کا سراپا آرزومند ہوں۔ میرا دل ان کی مظلومیت پر کڑھتا ہے اور میری آنکھیں ان کی معصومانہ بے کسی پر خون کے آنسو روتی ہیں۔ میں ان کو مسلمان خاتون کی شان میں جلوہ گر ہونا ان کے جملہ حقوق کے حصول کا مترادف سمجھتا ہوں۔ اور اسی چیز کا نام میری اصطلاح میں انسانیت ہے، اسلامیت ہے، جس سے ان کا محروم ہونا میرے لیئے سوہانِ روح کا باعث ہے۔

اگرچہ عورتوں کی مصیبت کا بڑا سبب مردوں کی جہالت ہے۔ یہ جاہل رہ کر خونخوار درندوں سے کم نہیں ہوتے۔ پھر پھاڑ کھانے کے لئے غریب عورتوں اور اپنے گھر کی بچیوں اور بچوں سے زیادہ موزوں اور قریب کون ہو سکتا ہے۔ ہر بات پہ ڈانٹنا، غصہ ہونا۔ جانوروں کی طرح زدوکوب کرنا، اپنے آرام کے لیے انہیں تکلیف دینا، ناجائز مطالبات کی بھرمار سے تنگ کرنا، ان کے حقوق کو ان کے سامنے ناجائز طور پہ صرف کرنا روزمرہ کی باتیں ہیں جو اسی بدقسمت قوم میں عادۃ ہوئی ہیں۔

میں اُن کو جو طبقۂ نسواں کی خدمت کا دم بھرتے ہیں اور ایسی نیکدل خواتین کو جو اپنی بہنوں کی مصیبت کو دور کرنا چاہتی ہوں ایک مشورہ دونگا انہیں صرف ایک کام کرنا چاہیئے کہ قرآنی علم و عمل کے عام کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ قرآنی تحریک کا یہی مقصد ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عام ہو اور اس کے ذریعہ خدائی حکومت، عبدیتِ الٰہی اور محبتِ الٰہی کا دور دورہ ہو۔ یہ خوب اچھی طرح ذہن نشین ہونا چاہیے کہ جب تک خدائی حکومت کا قیام نہیں ہوتا، دنیا امن و چین کی دنیا ہرگز نہیں بن سکتی۔ انسانیت ایک سطح پر نہیں آسکتی، حقوق کی پامالی رک نہیں سکتی، مظلومیت دور نہیں ہو سکتی۔ یہ اعلےٰ درجہ کی انتہائی باتیں ہیں ہمت ہو تو اس کے لیے وقف ہونا چاہیئے۔ ورنہ ادنےٰ درجہ کی طلب تو ہے اور ہوتی رہے گی۔ بُرا کام ہی انسان کو بُرا بناتا ہے۔ اچھا کام ہی انسان کو اچھا بناتا ہے۔

خواتین اسلام میں پڑھی لکھی بھی بہنیں ہیں اور قومی معاملات میں دخل

دینے والیاں ہیں، مگر ان کو بھول نہیں جانا چاہیئے کہ ان سے بہت پہلے سے اس روش پر ان کے مرد گامزن ہیں جس کا نتیجہ برعکس نکل رہا ہے۔ نہ دین ہاتھ آرہا ہے اور نہ دنیا پر قبضہ ہو رہا ہے۔ پس اب یہ کیا امید ان مار لیں گی ان کو چاہیئے کہ مردوں کی غلطی سے متنبہ ہو جائیں۔ ان کو اب وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو قرآنی ہے۔ جس کو ان کے پیدا کرنے والے خدا نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور جس میں یقیناً کامیابی ہے۔ وہ کامیابی جس کا مقابلہ دوسری قومیں ہرگز ہرگز نہیں کرسکتیں۔

ضرورت ہے کہ قرآنی علم و عمل کی طرف یکبارگی توجہ کیجائے۔ ساری جدو جہد سمٹ کر اس طرف آجائے کہ مسلمان عورتوں میں کس طرح قرآن آئیگا وہ دین و دنیا کی کیونکر مالکہ بن سکیں گی۔ حقوق کا جب خیال آئے تو ساتھ ہی یہ بھی خیال آئے کہ قرآن اور اس کے دیئے ہوئے حقوق کی ضرورت ہے اس سے واقف ہو کر مردانہ وار مردوں سے اس کا مطالبہ کرنا ہے۔ آج سب سے پہلا اور سب سے زیادہ ضروری کام یہ ہے کہ قرآن پاک کا علم عورتوں میں عام ہو اور عورتیں چاہیئے کہ مردوں کو اس کے لیے مجبور کریں کہ وہ تعلیم قرآن کے لیے مستعد ہو جائیں۔

میں یقین دلاتا ہوں کہ قرآن پاک میں عورتوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ اگر وہ حاصل کر لیے گئے تو عورتیں بیشک عام طور پر مظلومیت کی زندگی سے باہر آجائیں گی۔ سخت ضرورت ہے کہ ہر گھر قرآن کا مدرسہ بن جائے ہر عورت قرآنی علم و عمل کی تکرار کرتی نظر آئے اس طرح پر کہ ہر گھر جنت اور ہر مسلمان خاتون حور بن نظر آئیں۔

ابو محمد مصلح

شہادتِ کبریٰ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ	آمَنُوا	اسْتَعِيْنُوْا	بِالصَّبْرِ
اے	ایمان والو	سہارا حاصل کرو	صبر
وَالصَّلٰوةِ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝	
اور نماز سے	بیشک اللہ	صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے	
وَلَا تَقُوْلُوْا	لِمَنْ يُّقْتَلُ	فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	اَمْوَاتٌ
اور نہ کہو	اُن کے واسطے جو شہید کیے جائیں	اللہ کی راہ میں	مُردہ
بَلْ اَحْيَآءٌ	وَّلٰكِنْ	لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝	وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ
بلکہ وہ تو زندہ ہیں	مگر	تم سمجھ نہیں سکتے	اور ہم
بِشَيْءٍ	مِّنَ الْخَوْفِ	وَالْجُوْعِ	وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ
کسی قدر	خوف سے	اور فاقہ سے	اور نقصانِ مال
وَالْاَنْفُسِ	وَالثَّمَرٰتِ ؕ	وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ	الَّذِيْنَ
اور جان	اور پھلوں کے (نقصان) سے	اور (اے نبی) آپ ایسے لوگوں کو خوشخبری سنا دو جنکی	کہ اُن

إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ	قَالُوا	إِنَّا لِلَّهِ
جب کوئی مصیبت پڑتی ہے	تو وہ کہتے ہیں	کہ ہم تو اللہ ہی تعالیٰ کے ہیں
وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ	أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ	
اور ہم سب اللہ ہی تعالیٰ کی طرف جانے والے ہیں	یہی لوگ ہیں جن پر	
صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ	وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔	
خاص خاص رحمتیں بھی اُن کے رب کی طرف سے ہیں اور عام بھی	اور یہی وہ لوگ ہیں جو منزل مقصود تک پہنچ گئے	

راہ خدا میں سب سے بڑی قربانی حسینؓ کربلا کی ہے۔ اور یہ جس طرح بڑی قربانی ہے اُسی طرح سب سے زیادہ شاندار بھی ہے۔

حضرتِ امام میں بیک وقت جس قدر اوصاف اور مواقع شہادت جمع تھے۔ کسی دوسری قربانی دینے والے میں جمع نہ تھے۔ اس لئے یہ یقیناً سب سے بڑے کی قربانی تھی۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ ربوبیت جس طرح ہر چیز کی تکمیل چاہتی ہے جس طرح اسلام کو کامل، قرآن مجید کو مکمل ترین کتاب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل انسان اور کامل نبی بنایا۔ اسی طرح شہادت کبریٰ کی تکمیل بھی ضروری تھی۔

راہِ خدا میں حق ہے شہادت کا عام پر
کامل ہوئی حسین علیہ السّلام پر

اور یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایسے بڑے کی ان واقعات کے تحت کیوں شہادت ہوئی۔

رباعی

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند — لاغر صفتان وزشت خو را نکشند
گر عاشق صادقی زکشتن مگریز — مردار بود ہر آنکہ او را نکشند

اور یہی اسباب تو تھے کہ حضرت امام باوجود اس کے کہ اپنی جان بچانے کا سامان کر سکتے تھے۔ لیکن اس کا خیال بھی نہ لائے آپ کو خوب معلوم تھا کہ عشقِ صادق کیا ہے اور مردار ہونا کسے کہتے ہیں۔

گر عاشق صادقی زکشتن مگریز
مردار بود ہر آنکہ او را نکشند

آپ جانتے تھے کہ ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ آپ کو علم تھا کہ تسلیم ورضا کا شیوہ کیا ہے آپ کو خبر تھی کہ اسلام اور مسلمان کسے کہتے ہیں۔

دہر میں مسلم ہے حق کی آزمائش کیلئے
تمغۂ ایماں نہیں ملتا نمائش کیلئے

پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جا سکتا تھا زمین اپنا مرکز چھوڑ سکتی تھی۔ اور آسمان اپنی گردش لیل ونہار سے باز آ جا سکتا تھا مگر حضرت امام حق و باطل کے فیصلہ میں ذراسی بھی کمزوری کا اظہار کیونکر کر سکتے تھے۔

رباعی

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ — دین است حسینؑ دیں پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست بر دستِ یزید — حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؑ

قرآن مقدس جس گھر میں نازل ہوا تھا آپ اُس گھر کے چراغ تھے
آنکھ کھولا تو معلّمِ قرآن کی گود میں تھے۔ ذرا بڑے ہے تو اُس کی تعلیم و تربیت
میں آئے جس کو خدا نے ادب سکھایا تھا اور جس کو آسمان و زمین اور قرآن
کے ذریعے اولیں و آخریں کا علم تھا حضرت فاطمہ دنیا کی عورتوں میں فائق
حضرت علی مردوں میں ممتاز، اور نانا کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ جس فضا اور
جس ماحول میں جن صحبتوں کے اندر روز و شب آپ کی بسر ہوئی ۔ یہ کس کو نصیب
ہوا۔ اور اس کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ قرآن کو جیسا آپ نے سمجھا ہوگا او
جیسا آپ اس کے عمل کے لائق بنے ہوں گے کون ہے کہ اس کا جواب پیش
کر سکے۔ یہی سبب ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا لفظ بلفظ قرآن کے مطابق کیا
اور یہی سبب ہے کہ آپ کا معرکۂ کربلا، آپ کی سنّت شہادت مسلمانانِ عالم
کے لئے تا قیامت پیغامِ عمل رہے گی۔

حضرتِ امام کو اس شہادت سے جو زندگی نصیب ہوئی دنیا پر روشن
ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ ہماری راہ میں مرنے والے مرتے نہیں
بلکہ زندہ ہوتے ہیں اور وہ زندگی ایسی ہوتی ہے جس کو تم جان نہیں سکتے
بیشک خدا کے یہاں جس قسم کی اُن کی زندگی ہے اُس کا کس کو علم
لیکن اس دنیا میں تنہا جو آپ کا زندہ تذکرہ ہر زبان اور ہر گھر میں ہے وہی کیا
کم ہے اور اس کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

حضرت امام علیہ السلام کی ایک لغزش، معرکۂ فدویت میں ایک لمحہ کی
کمزوری ۔ اسلام اور مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے کمزوری اور بزدلی کا باعث

نماز عصر کی تعمیل کی۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز (عصر) کی۔

سورۂ عصر میں اللہ بزرگ و برتر نے جس عصر کی نماز یا جس زمانہ کی قسم کھائی حاشا کہ حضرت امام کی نماز عصر اور حضرت امام کے اُس زمانہ مبارک ہی میں وہ پنہاں ہے۔ حکم تھا۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ۔ اے ایمان والو ہر وہ چیز جو ہم نے تم کو دی ہیں ہماری راہ میں خرچ کر ڈالو۔ اُس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی۔

حضرت امام کے پاس اللہ کی محکومیت، اللہ کی عبدیت اور اللہ کی محبت کے سوا دوسری کون سی چیز پیاری ہو بھی سکتی تھی تاہم ظاہر بیں دیکھ سکتا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔ آپ نے کس کامل طور پر اطاعت فرمائی۔

دنیا میں سب سے بڑا بہادر وہی ہو سکتا ہے جس کا موت کے متعلق صحیح فیصلہ ہو۔ اور اس کا یقین ہو کہ موت اپنے وقت سے پہلے آ نہیں سکتی اور اگر آچکی ہے تو کسی صورت سے ٹل نہیں سکتی۔ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا۔ اور کسی شخص کے لئے موت کا آنا خدا کے حکم بغیر ناممکن ہے۔ کیونکہ اُس کی (موت) کی میعاد معین لکھی ہوئی ہے۔ اِذَا جَآءَ

اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ اور جب اجل آجائیگی تو پھر ایک ساعت کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔

جب حال یہ ہو تو حضرت امام سے بڑھکر صابر و شاکر کون ہو سکتا تھا اور آپ سے زیادہ کون بہادری دکھلا سکتا تھا۔

ارشاد باری تھا لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ؕ تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل مقدر ہوچکا تھا وہ نکل ان مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ گرے ہیں۔ یہی تو سبب تھا کہ تسلیم و رضا میں آپ اپنی مثال نظر آتے ہیں۔ حضرت امام ہمام کی شہادت راہ خدا میں سرفروشی کی دعوت عام علی الدوام ہے۔ آپ کی روح مقدس امت محمدیہ صلعم کو ہر روز خوشخبری دیرہی ہے کہ آؤ اللہ کی رحمتوں کا مستحق ہونے کے لئے سر دینے سے بڑھ کر اور کوئی بہتر راستہ نہیں۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۘ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کئے گئے انکو مردہ مت خیال کر۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں انکو رزق بھی ملتا ہے۔ وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے (یعنی شہید نہیں ہوئے) ان سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان کی حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں۔ اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت

وفضل خداوندی کے اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اسلام کو حضرت امام کی شہادت درکار تھی۔ نوعِ انسان کو حضرت امام کی شہادت درکار تھی۔ اور خود خدا کو حضرت امام کو شہادت درکار تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو یزید اور حسین کا فرق آج کیونکر ظاہر ہوتا۔ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَا اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسی حالت پر رکھنا نہیں چاہتا جس پر تم اب ہو۔ جب تک کہ ناپاک کو پاک سے متمیز نہ فرما دے۔ یہی ہونا تھا جو ہو کر رہا۔ اور ہم سوختہ بختوں کے لئے اس کے ہونے کی ضرورت بھی تھی۔

موت وصالِ ایزدی کے لئے ضروری ہے پھر عاشقِ صادق کو تو اس کی طلب ہونی چاہیے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

آپ کا اللہ پر توکل تھا اور اسی لیے آپ کا عزم اٹل تھا۔ ذَالِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

ترکِ وطن میں خط لکھ لکھ کر۔ گھر سے نکالنے میں۔ اللہ کے راستے میں ایذا دینے میں۔ قتل کرنے میں اور قتل کیے جانے میں۔ دیکھو آپ اس آیت کے کیسی مصداق تھے۔ فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ

حُسْنُ الثَّوَابِ ۔ پس جن لوگوں نے ترکِ وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دیئے گئے ۔ میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے ۔ ضرور اُن لوگوں کی خطائیں معاف کردوں گا۔ اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ عوض اللہ کے پاس سے ملیگا۔ اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔

حضرت امام اللہ کے خلیل تھے۔ اللہ کی محبت کے سوا سب کچھ آپ کے دل سے باہر ہو گیا۔ وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًاؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا۝ اور ایسے شخص سے زیادہ اچھا کس کا دین ہو گا۔ جو اپنا رُخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو اور وہ ملتِ ابراہیم کی اتباع کرے جس میں کجی کا نام نہیں اور اللہ تعالےٰ نے ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنایا۔ آپ کا عملِ خالص اللہ ہی کے لئے تھا۔ اور آپ کی ہر حرکت شریعتِ مطہرہ کی تبعیت میں تھی۔

حق و باطل میں آپ کا قطعی فیصلہ ہو چکا تھا۔ آپ کو اپنے حق پر ہونے میں بال برابر بھی شک نہ تھا۔ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ ۔ حق و باطل کے فیصلہ میں دونوں کے درمیان معلق ہو رہنا آپ کی شان سے بعید تھا۔

اسلام لانے کے بعد حق کو قبول کرنے کے بعد پھر حکومتِ الٰہی سے سرتابی کیسی۔ ایک مسلمان اپنے کو مسلمان کہکر اللہ کے ہر حکم کے قبول کرنے کا عہد کر چکا اب اُس کا وفا کرنا لازمی ہے۔ اسی لیے ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ

آپنے اپنے اسلام کا ثبوت پورا پورا دیدیا۔ اور اُن سب معاملات میں دشتِ کربلا کے اندر آپ کا وسیلہ آپ کے اللہ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اور کامل ایمان والوں کی یہی شان ہوا کرتی ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ ط خدا کا ربط ڈھونڈو اور اللہ کے رستے میں جہاد کیا کرو۔ دین کوئی کھیل نہ تھا جس کے ساتھ آپ کھیلتے۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت نہیں ہوا کرتی۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا ط اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے۔ آپ کی شان تو یہ تھی۔ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔

حضرتِ امام نے جہاں حق کو باطل پر غلبہ دینے کا بہترین طریقہ اختیار کیا وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ابدی سبق دیا۔ ورنہ تلوار کے نیچے گلا رکھ دینا نفس مطلب کیونکر ہو سکتا ہے۔

نادان ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ حضرت امام چاہتے تو اپنے کو بچا لیتے یہ اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ حضرتِ امام اگر اپنے کو بچا لیتے تو پھر امتِ مرحومہ کے ایمان کو کیونکر سلامت رکھتے۔ یہ شیوہ اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو آدمیوں سے تو ڈرتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں ڈرتے۔

فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ

—(✦)—